رجسٹرڈ نمبر ال ۲۰۴۷

منشی منشور علی صاحب علوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر — خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر پادشاہی میکرد — میگفت گدا بودن کنعان خوشتر

کاکوری اخبار

پندرہ روزہ

ایڈیٹر

چندہ سالانہ	۱۲
فی پرچہ	۳

جلد ۷ | کاکوری یکشنبہ ۱۶ فروری ۱۹۴۲ء مطابق ۳۰ محرم الحرام ۱۳۶۱ھ | نمبر ۲۰

ادبیات

(غزل مولوی تحسین الدین عیش علوی بی۔اے مرحوم کاکوری)

دعائیں کر رہا ہوں وہ کیا احسان مژگاں کا — مری رگ رگ میں نشتر ہے مری رگ رگ میں پیکاں ہے
بلا سے گر چمن میں کچھ بہار آنیکا ساماں ہے — مری قسمت میں تو لکھی ہوئی گردِ بیاباں ہے
چڑھے ہیں پھول حسرت کے شمع آہ سوزاں ہے — لحد کو میری سب کہتے ہیں یہ گورِ غریباں ہے
یہ ایک ادنیٰ کرشمہ ہے کسی کے روئے تاباں کا — کہ جس ذرہ پہ سایہ پڑ گیا مہرِ درخشاں ہے
اگر آجائے کچھ جی میں تو دم بھر فاتحہ پڑھ لو — ادھر سے تم گذرتے ہو یہی گورِ غریباں ہے
جہاں جنے کبھی کھوئی متاعِ دین و ایماں تھی — اسی جانب لئے جاتا ہمیں بختِ پریشاں ہے
بڑی مشکل ہے کیں جو کرنا بند ہی کر دو — لبِ خاموش کہدینگے کہ دل میں جو پنہاں ہے
ہوا ایک ایک قطرہ کھنچ آتا رگ رگ سے ہر — جدا نا سن لیا آ کے کہ دل میں پیکاں ہے
ہوا کرتی ہے بارش برقِ خرمن سوز کی ہر دم — چمن میں آشیاں کہنا ہی گویا آفتِ جاں ہے

دعا آخر تو آہا یں کھلنے عیش کو صورت
یہی اب اسکی حسرت ہے یہی اب اسکا ارماں ہے

معراج محبت

میرے محبوب میں جانتی ہوں کہ تیرا جسم نیرنگیوں کا مرقع ہے شموع زندگی۔ تیری روشن آنکھیں موت کی ایک ہلکی سی ضرب سے بے نور ہو جائیں گی۔ ہاں میں جانتی ہوں کہ تیرا وجود تمام محاسن کا مرکز ہے جس کی ایک جھلک میری زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے کافی ہے۔ ایک دن یکسر استحال ہو کر رہ جائے گا ـــــ مجھے معلوم ـــــ تاہم میں تجھ سے محبت کرتی ہوں۔

خوش قسمتی کے دور میں میں نے تجھے پھولوں کے ہار پہنائے۔ مصیبت کے زمانہ میں اپنی ساری کے آنچل سے تیرے غم کے آنسو خشک کرتی رہی۔

آہ میرے آقا! میں جانتی ہوں کہ تیری روح ایسی جگہ ہے جہاں کبھی کسی کو فنا نہیں۔ تاہم ـــــ اکثر ـــــ راتوں کو یکایک خواب سے بیدار ہو کر ـــــ تنہائی میں ـــــ اس زمانہ کی یاد میں ـــــ ہاں اس زمانہ کی یاد میں جب تو مجھے اپنے سینہ سے لگا کر میرے خوف و ہراس کو دور کرتا تھا ـــــ آنسو بہاتی ہوں۔

اور بس ـــــ میں تیرے وجود کو اپنی محبت کی منزل مقصود اسکی معراج خیال کرتی ہوں۔

(ماخوذ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۷	کاکوری یکشنبہ ۱۶ر فروری ۱۹۴۱ء	نمبر ۲۰

قرض کی تباہکاریاں

اگر ہم مسلمان بڑی حد تک مذہب سے بیگانہ ہو چکے تھے اب از سرِ نو مذہبی جذبہ اور مذہبی اسپرٹ انمیں پیدا ہونا پھر شروع ہوئی ہے لیکن ہنوز وہ مذہب سے بہت دور ہیں اس امر کی خاص طور پر ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو صحیح راہ عمل بتلائی جائے اور مذہبی اصولوں کو اُنکے پورے طور پر ذہن نشین کیا جائے اسوقت مسلمان کچھ چونکے ہیں اور مذہب کی طرف کچھ اُسکا رجحان پایا جاتا ہے۔ لہذا اسکی ضرورت ہے کہ سہل الحصول طریقوں پر عام مسلمانوں کو مذہبی ارکان ذہن نشین کرانے کے ساتھ ساتھ انکی تمدنی و معاشرتی حالت کو درست کرنے کی کوشش بلیغ کی جائے جو بہت زیادہ خطرناک ہو رہی ہے۔ ضرورت ہے کہ سب سے پہلے اقتصادیات کی صحیح تعلیم دیجائے۔ اخبارات و رسائل میں مسلسل مضامین شائع ہونے کے ساتھ وعظوں اور تقریروں میں اس موضوع پر اچھی طرح روشنی ڈالی جانا چاہیے اور لوگوں کو پورے طریقہ پر یہ ذہن نشین کرایا جائے کہ وہ کسقدر خوفناک بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں اور اس سے رہائی حاصل کرنے کی صورتیں اُنکو بتلائی جائیں اور اُنمیں عمل کا جذبہ پیدا کیا جائے۔

سب سے بڑی لعنت جو اسوقت مسلمانوں میں عام طور پر کارفرما ہے اور جسکے گرداب میں بڑے سے چھوٹا تک پھنسا ہوا ہے وہ قرض و سود کی لعنت ہے۔ یہی وہ تباہ کن چیز ہے جس نے اسلامی حکومتوں، ریاستوں اور غریب مسلمانوں کو اسقدر نقصان پہونچایا ہے جسکی نظیر نہیں مل سکتی ہے ٹرکی اور ایران کی حکومتیں یورپ کے قرضوں ہی کی بدولت تباہی و بربادی سے دوچار ہو چکی ہیں۔ ہندوستان میں بیسیوں ریاستیں اہلِ اسلام کے ہاتھوں سے چھن گئیں کہ وہ ایسٹ انڈیا کمپنی اور انگریزی حکومت کا قرض ادا نہ کر سکے۔ نواب افضل الدولہ آصف جاہ پنجم والیٔ دکن پر حکومت برطانیہ کا صرف پچاس لاکھ روپیہ قرض تھا جسکے معاوضہ میں والیٔ دکن کو ایک بہت اہم حصہ ملک کا انگریزوں کے حوالے کرنا پڑا تھا۔ آج بھی اکثر اسلامی ریاستیں مقروض ہیں اور اپنا اخلاقی و سیاسی اثر و اقتدار زائل کر چکی ہیں۔

عام مسلمانوں کو غور کرنا چاہیے کہ قرض و سود کے ہاتھوں جب راجاؤں، نوابوں اور فرمانرواؤں کی یہ گت بن سکتی ہے تو غربا کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے ہر زوال کی علت اُنکا مقروض ہونا ہے۔ اسکی وجہ سے اُنکے اخلاق کمزور ہیں اسی کے باعث وہ جہالت و ذلت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور اُنکی آئندہ نسلیں روز بروز کمزور ہوتی جا رہی ہیں غیر ملک میں لامذہبیت و ارتداد کے فتنہ کا سبب بھی یہی قرض کی لعنت ہے اور سیاسیات ملک میں مسلمانوں کی آواز کے کمزور ہونے کا باعث بھی یہی ہے۔

اگر مسلمان ہندوستان میں عزت سے رہنا چاہتے ہیں تو اُنکے قلم و زبان۔ اُنکے جرائد و عمائد۔ اُنکے علما و صوفیہ۔ امرا و غربا کو قرض کی لعنت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونا چاہیے اور عملی جد و جہد سے اس لعنت کو دفع کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جائیں۔ آمدنی بڑھانے کے وسائل کی فکریں ہوں۔ اخراجات گھٹائے جائیں۔ اس قسم کی رسومات سے قطعی دستکشی اختیار کی جائے جنکو وہ قرض لئے بغیر پورا نہیں کر سکتے اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس دنیا میں کوئی قوم بھی کفایت شعاری کے بغیر معزز اور فارغ البالی کی زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ کامیاب زندگی کا پہلا قدم یہ ہے کہ اگر چار آنہ روزانہ کی آمدنی ہو تو اُسمیں سے آئندہ ضروریات و

مصائب کیلئے دو چیزیں ضرور بچا لئے جائیں۔ قرض لیکے بھول جانا قومی اور شخصی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔

بنگال کے ایک مسلمان کے حالات عرصہ ہوا اخبارات میں آئے تھے جس نے سنہ [illegible]ء میں ایک ساہوکار سے تین روپیہ قرض لیے تھے اور سنہ [illegible]ء کے وسط تک اصل رقم پر سود در سود جمع ہو کر ایک لاکھ سوا سولہ ہزار کے قریب رقم واجب الادا ہو گئی تھی۔ ساہوکار نے ازراہ کرم کہئے یا کوئی اور سبب ہو ایک ہزار کا دعوے کیا۔ عدالت نے چھ سو کی ڈگری دیدی تھی۔

یہ مشتے نمونہ کے طور پر تمثیلاً لکھا گیا آئے دن نہ صرف بنگال میں بلکہ ہندوستان کے ہر ہر صوبہ بلکہ ہر ہر شہر و قصبہ میں روزانہ ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں جنکو پڑھ کر عبرت ہوتی ہے۔ خود ہمارے قصبہ میں نہ معلوم کتنے واقعات رونما ہو چکے ہیں کہ اچھے اچھے رئیس خاندان قرض کی بدولت تباہ و برباد ہو چکے ہیں اور عوام میں تو آئے دن یہ قصے سنے جاتے ہیں کہ ستوگی سے پانچ روپیہ قرض لئے تھے اور سیوں روپیوں کی شکل میں برسوں سے ادائی کے باوجود ہنوز اصل رقم ادا نہیں ہوئی بلکہ اور اضافہ ہو گیا ہے۔ روز کسی نہ کسی غریب کا رستوگیوں کے کارندوں کے ہاتھوں پریشان کئے جانے کا قصہ سننے میں آتا ہے۔

کیا اب بھی وقت نہیں آیا ہے کہ سربرآوردہ اور تعلیم یافتہ اہل وطن اٹھ کھڑے ہوں اور ہر کوچہ و بازار میں قرض و سود کے خلاف اعلان جنگ کر دیں؟ مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہیئے کہ جبتک وہ مالی حیثیت سے اپنے قدموں پر کھڑے نہ ہونگے بڑھتی ہوئی پستی کے ہولناک بھنور سے رہائی پانا مشکل ہے۔

کتاب گلزار افکار

(از جناب ناظر صاحب کاکوروی)

(بسلسلہ گذشتہ)

خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ جناب مولف کے شاگردوں میں بڑے بڑے حکام مثلاً گرنی بیلی مسٹر کنانٹن شارح قانون محمدی مسٹر بولر وغیرہ تھے اور اسی لئے اکثر لوگ جناب مولف کو سفارش کے لئے پریشان کیا کرتے تھے۔ تمام اقطاع ہند کے لوگ آپ کو خطوط لکھتے تھے اور جواب پاتے تھے اکثر انگریز اسکے متمنی تھے کہ مولانا کسی معاملہ میں اُن سے درخواست کریں اور اس بہانہ سے انکو اپنے استاد کی خدمت کا موقع نصیب ہو اب زمانہ بدل گیا نہ ایسے خوددار استاد ہیں اور نہ ایسے سعادت مند شاگرد!

خطوط کی زبان دقیق فارسی ہے اسلئے اقتباسات درج کرنا عوام کی دلچسپی کا باعث نہیں ہو سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ کاکوری کی گوہر خیز سرزمین نے ہر دور میں ملک و ملت کی خدمت کی ہے آج بھی تعلیمی (معیاری) نقطۂ نظر سے ہمارا قصبہ کسی شہر سے بھی اعداد شمار کی حیثیت سے کم نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ اب بد اقبالی کا دور دورہ ہے اور اُس کی ذمہ داری بہت کچھ خود ہماری موجودہ نسل پر عائد ہوتی ہے۔

ان خطوط کا عہد تحریر سنہ ۱۸۰۳ء سے لیکر سنہ ۱۸۳۲ء تک ہے اس حیثیت سے بھی یہ خطوط بہت گرانمایہ ہیں۔

افسوس یہ ہے کہ ہماری تساہلی سے یہ سرمایہ ضائع ہو رہا ہے کاش کسی صاحب ہمت کو یہ توفیق ہو کہ اس عروس افکار کو زیور اشاعت سے مرصع کرے۔ تاکہ اُسکے "قابلیت" یا "منشی" کے امتحانات میں یہ مجموعہ شامل کیا جا سکے۔

سکون حیات

(از ایچ۔ ایس۔ نگار صاحبہ)

زندگانی ہے وفا اک جستجو　　　　یا خلش، یا کیف، یا دل کی تلاش

وہ ایک معمولی آدمی تھا۔ نہ ضرورت سے زیادہ امیر اور نہ ایسا غریب ہی تھا۔ اسے ایک چھاپہ خانہ میں جلد سازی کا کام سپرد تھا۔ وہ کوئی خاص ماہر بھی نہ تھا۔ دنیا میں وہ

بالکل تنہا تھا۔ ماں، باپ، عزیز، کوئی نہیں تھے۔ اُسکا کوئی خاص دوست بھی نہ تھا۔ وہ نہ خوش ہی تھا نہ غمگین ہی۔ ایک عجیب قسم کا استغنا اُسکے چہرے پر طاری رہتا تھا۔ لوگ اسکی حالت دیکھ کر رشک کرتے تھے۔

وہ روزانہ ایک ہی ہوٹل سے کھانا کھاتا، ایک ہی قہوہ خانہ سے چائے پیتا۔ ہر روز مقررہ وقت پر پریس جاتا اور سرِ شام واپس آجاتا۔ اور ہر رات کو اپنی چھوٹی سی کوٹھری میں جاکر سو جاتا تھا۔

رفتہ رفتہ اُسمیں ایک تغیر پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ وہ صبح اب بھی اُٹھکر کام پر جاتا اور ہر روز سرِ شام واپس آجاتا تھا مگر اب اسکے چہرے پر استغنا کی جگہ حزن و ملال نے لے لی تھی۔۔۔۔۔ وہ فلسفۂ حیات کے عقدۂ لاینحل پر غور کر رہا تھا! نہ خوشی، نہ غم، نہ مصیبتیں، نہ ہنگامہ، نہ شورش، آخر ایسی زندگی کا کیا فائدہ تھا! خاموش، ساکن سمندر کی سی پر سکون زندگی۔ وہ سکون جو موت کا پیش خیمہ اور پیش کنندہ ہے۔ وہ زندگی کے انجماد پر حیران ہوتا۔ شادی غمی، تفریحیں اسکے لیے خوش کن یا پریشان کن خوابوں سے زیادہ نہ تھیں۔

وہ خاموش سے خاموش تر ہوتا گیا مگر اسکی دماغی کاوش کا کسی کو پتہ نہ چلا۔ اسکی صحت گرنے لگی مگر کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ اور ــــ اُس نے خود ہی پرواہ نہ کی تو اور لوگ کیوں کرتے۔

وہ تیس سال کا ہو چکا تھا اور پیدائش سے اب تک اس کی زندگی میں کوئی تغیر واقع نہ ہوا تھا۔ وہ ایک متوسط الحال گھرانے میں پیدا ہوا اور خود بھی متوسط الحال تھا۔ وہ چاہتا تو اس سے زیادہ غریب یا امیر ہو سکتا تھا مگر اسنے اس کی پرواہ ہی نہ کی۔

ایک دن وہ اپنے کام سے غیر حاضر تھا۔ اسکے مکان پر آدمی بھیجا گیا۔ دروازہ کھلا تھا! وہ اندر چلا گیا۔ کمرے میں چارپائی پر اسکی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اُس کی زندگی کا سکون ختم ہو چکا تھا اور وہ اپنی جان ہی کی قیمت پر کیوں نہو۔ اُسے ایک تغیر، ایک انقلاب مل گیا تھا۔

کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔ مگر اصل راز کا کسی کو پتہ نہ چلا سڑک پر اس کی موت کا چرچا ہو رہا تھا کہ اتنے میں ایک فقیر سوز بھری آواز میں گاتا ہوا گزرا۔ ؎

زندگانی ہے وفا اک جستجو　　　　با خلش، باکیف یا دل کی تلاش

مجمع پر خاموشی چھا گئی۔ دیر کے بعد ایک سن رسیدہ شخص نے کانپتی ہوئی آواز میں سکوت توڑا "ہا! اس زندگی کا راز کس نے پایا"ــــــ

اسکے بعد غریب جلد ساز کا ذکر کسی نے بھی نہ کیا۔

(طبعزاد) کاکوری اخبار کے لئے

دھوکا

(از منشی حسن ابن ضیا صاحب علوی ضیا کاکوروی)

مدراس میل اپنی پوری رفتار سے شور مچاتا ہوا چلا جا رہا تھا میں فرسٹ کلاس کے ایک ڈبے میں بیٹھا ہوا چاہے پیکر وقت کاٹ رہا تھا۔ ڈبے میں میرے علاوہ دوسرا مسافر نہ تھا اسوجہ سے وقت اور بھی کاٹے نہ کٹتا تھا۔ آخر تنگ آکر میں نے اپنے آپ کو برتھ پر بلا کسی ارادے کے ڈال دیا۔ اور غافل سو گیا ایسا کہ خواب کے مزے لینے لگا۔ معلوم نہیں کبتک میں یہ لطف اٹھاتا رہا۔ مگر اتنا ضرور یاد ہے کہ گاڑی کے یکایک رک جانے سے میری آنکھ کھل گئی۔ اُٹھ کر بیٹھ گیا اُسی وقت ایک یوروپین لڑکی جو بہت کم عمر تھی اپنا سفری بیگ سنبھالے ہوئے اندر آئی اور مجھ سے کہنے لگی "جناب یہ بڑودہ کا اسٹیشن ہے۔ میں اکیلی سفر کر رہی ہوں۔ کیا آپ مجھے میرا اسباب اندر لانے میں مدد دے سکتے ہیں۔ وقت بہت کم ہے" مجھے یہ مداخلت اچھی تو نہیں معلوم ہوئی کیونکہ ابھی نیند سے چونکا تھا۔ مگر ایک صنفِ نازک کی اعانت سے انکار

خلاف تہذیب تھا۔ اُٹھا اور اس لڑکی کا اسباب اندر لے آیا۔ گاڑی چلدی۔ لڑکی نے میرا شکریہ ادا کیا۔ اسکے بعد وہ مجھ سے ادھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی۔ جب رات زیادہ گذر گئی تو اس نے بستر بچھایا اور مجھ سے کہا "مہربانی کرکے میرا ٹکٹ اپنے بٹوے میں رکھ لیجئے شاید مجھ سے ضائع ہو جائے"۔ میں نے بغیر دیکھے ٹکٹ کو بٹوے میں رکھ لیا اور پھر سو گیا۔

(۲)

سورج نکل چکا تھا اور اس کی روشنی چھن چھن کر میرے چہرے پڑ رہی تھی مگر میں بے خبر سو رہا تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے میرے رخساروں پر اپنا نرم نرم ہاتھ رکھدیا میرے تمام جسم میں ایک لہر دوڑ گئی اور میں یک بیک اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ لڑکی میرے پاس بیٹھی ہوئی چار پی رہی ہے۔ آنکھیں چار ہوتے ہی اُس نے پہلے سلام کیا اور پھر کہا "آئیے ناشتہ حاضر ہے" آپ تو بہت دیر تک سوتے رہے۔ میں نے اسٹیشن پر اسٹال سے چائے لانے کو کہا اور باتھ روم میں چلا گیا منہ دھو کر کپڑے پہن کر واپس آیا۔ چائے پینے کے بعد لڑکی بھی غسل خانہ میں چلی گئی اور ایک عمدہ و خوبصورت فراک پہن آئی۔ میرے کپڑوں کی حقیقت اسکے سامنے کچھ بھی نہ تھی۔ اسی دوران میں میں نے چائے پی لی۔

(۳)

گاڑی چلتے چلتے ڈھیلیا کے اسٹیشن پر رُکی۔ اور ایک ٹی۔ ٹی۔ آئی اندر داخل ہوا۔ مجھ سے ٹکٹ مانگا میں نے اپنا ٹکٹ دکھا دیا۔ اسکے بعد اُس نے لڑکی کی طرف اشارہ کرکے کہا "ان کا ٹکٹ کہاں ہے کیا یہ آپکے ساتھ ہیں؟" میں نے جو بٹوا کھولا تو اُسمیں سے بجائے فرسٹ کلاس کے تھرڈ کلاس کا ٹکٹ نکلا۔ یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ لڑکی نے فوراً کہا "یہ میرا نوکر کہا اور ابھی مجھے چار دینے آیا تھا۔ یہ اسکا سرونٹ ٹکٹ ہے"۔ لڑکی کی خوبصورتی، بھولی صورت اور لباس دیکھکر اُسکو یقین آگیا اور اُس نے کہا ہاں میم صاحب ٹھیک ہے۔ میں نے بھی بڑودہ کے اسٹیشن پر آپ کا اسباب اُٹھاتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ سنکر مجھے غصہ آگیا اور ٹکٹ اکزامنر کو ڈانٹنے لگا۔ اُسوقت لڑکی نے ٹکٹ اکزامنر سے کہا۔ معاف کیجئے گا اس کی باتوں کا خیال نہ کیجئے اسکے دماغ میں خلل ہے۔ یہ کام تو بہت اچھا کرتا ہے اسی وجہ سے میں اسے پاپا کے پاس مدراس لیے جا رہی ہوں وہاں جو تدبیر مناسب ہوگی کرونگی۔ میں یہ باتیں سُنکر سکتے میں رہ گیا (جو کچھ منہ میں آیا) خوب صلواتیں دونوں کو سنائیں۔ ان دونوں نے مجھے پاگل سمجھ کر ہاتھ پیر بستر بند سے کس دیے جب میں بالکل بے بس ہو گیا تو باتھ روم میں بند کر آئے۔ اور اطمینان سے آپسمیں باتیں کرنے لگے۔ میں شور مچایا کیا مگر کسی نے دھیان نہ دیا۔ غالباً تمام گفتگو میرے متعلق تھی۔ جب میں بہت شور کرتا تو ٹکٹ اکزامنر آکر میری ناک دکان ٹکٹ کاٹنے والی مشین سے دبا جاتا تھا جسکی وجہ سے میں اور بلبلا کر رو دیتا تھا۔ یہ لڑکی کیا تھی ایک خوبصورت ناگن تھی جسکے کاٹے کا منتر نہ تھا۔ اگر یہ ظلم و ستم محبت سے ہوتا تو میں بخوشی برداشت کر لیتا۔ مگر اسمیں محبت کی ذرا بھی بو نہ تھی بلکہ خود غرضی اور دلچسپی کی جھلک نمایاں تھی۔ افسوس ظالم مارے بھی اور رونے بھی نہ دے کا مصداق تھا۔ مجبوری کا نام صبر ہے آخر کیا کرتا بے بس تھا اور اُن دونوں کے رحم و کرم پر تھا!

(۴)

چلتے چلتے ریل مدراس کے عالیشان اسٹیشن پر رُکی۔ لڑکی نے قلیوں کو بلاکر اسباب اُتروانا شروع کیا۔ جب میرا بھی اسباب اُتارنے لگی تو میں نے شور مچانا شروع کیا کہ یہ چور ہے میرا اسباب لئے جاتی ہے مگر کسی نے اسکی پرواہ نہ کی۔ لڑکی نے ٹکٹ اکزامنر سے کہا جناب عالی آپ اس آدمی کو ویٹنگ روم میں بند کر دیجئے

میں مکان سے اپنا آدمی اور کار بھیجتی ہوں۔ آپ اسپر اس کو بھیجت بجے لگا اور یہ کہہ کر لڑکی نے عار (دو روپے) ٹکٹ اکزامنر کو دیے جسے اُس نے شکریہ کہہ کر لے لیے۔ اور لڑکی فوراً نظروں سے غائب ہو گئی۔ اسکے بعد ٹکٹ اکزامنر نے مجھے ویٹنگ روم میں لے جاکر بند کر دیا۔ میں نے شور و غل مچانا شروع کیا ایساکہ اسٹیشن ماسٹر خود آئے۔ اور شور و غل کی وجہ پوچھنے لگے۔ ٹکٹ اکزامنر نے سارا واقعہ بیان کر دیا جس کو سنکر اُس نے مجھ سے دو ایک سوال کیے۔ میں نے اُنکے معقول جواب دیے۔ میرے جواب سنکر اسٹیشن ماسٹر کو اطمینان ہوا اور اس نے میرا حال دریافت کیا میں نے اُس سے کہا کہ میں امرتسر کا رہنے والا ہوں ساڑیوں اور شالوں کا ایجنٹ ہوں۔ آپ میری کمپنی کو فون کر کے دریافت کر سکتے ہیں میرا نام احمد حسین ہے۔ اسٹیشن ماسٹر نے فوراً میرے منیجر سے فون پر دریافت کیا اور جب اسکو یقین ہو گیا کہ جو کچھ میں نے کہا بالکل صحیح ہے تو اُس نے مجھ کو چھوڑ دیا اب سنیے جب میرا حال ٹکٹ اکزامنر پر ظاہر ہو گیا تو وہ بیچارہ بہت شرمندہ ہوا اور خوشامد کرنے لگا۔ میں نے کہا اب فرمائیے پاگل کون تھا؟ بہر حال میں آپ کو نکلوانا تو نہیں چاہتا ہوں۔ مگر میرا مال جو بہت قیمتی ہے مل جانا چاہیے ٹکٹ اکزامنر نے وعدہ کر لیا اور بہت سرگرمی سے کوشش کی مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر کار بیچارہ اپنی آدھی تنخواہ مجھ کو دیتا رہا اور کئی برس کے بعد میرا قرضہ ادا کر سکا۔ اس قسم کے واقعات اکثر رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اسلیے مسافروں کو ہوشیار ہو کر سفر کرنا چاہیے۔ اب جب کبھی میں اُدھر جاتا ہوں تو ٹکٹ اکزامنر میری قدر کرتا ہے۔ جب کبھی بھی مجھے ریل کا واقعہ یاد آتا ہے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ نہ پتہ چلا کہ پھر اُس لڑکی کا کیا حشر ہوا اور اُس ناگن نے کس کس کو ڈسا۔

بیوی

دیکھنے میں آیا ہے کہ عورتیں نہایت صبر و استقلال کے ساتھ کڑی سے کڑی مصیبتیں جھیلتی ہیں اور حرف شکایت زبان پر نہیں لاتیں۔ ایسے حادثات جن سے بردبار اور متحمل مردوں کے چھکے چھوٹ جائیں اور ابتدا ہی میں ہمت ہار بیٹھیں۔ عورتوں کے حق میں صرف اُنکی ہمت کو بڑھانے والے ثابت ہوئے ہیں اور وہ اس لاپرواہی سے مصیبت کے دن کاٹتی ہیں کہ گویا مصیبت آئی ہی نہیں۔ آدمی کی زندگی میں اس سے زیادہ دلچسپ اور کوئی واقعہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک عورت کو جو اپنے آسائش کے دنوں میں ایک دوسرے شخص کے دست نگر بلکہ ذرا ذرا سی بات میں اُسکی مورد عتاب رہی ہو یکایک تنگدستی کے عالم میں اپنی طاقت سے زیادہ اُسکا ہاتھ بٹانے والی پائے۔ اور دیکھے کہ وہ کس جرأت اور دلیری سے مصیبتوں اور بادہائے مخالف کا مقابلہ کر رہی ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ انگور کی بیل جو مدتوں ایک درخت کے گرد لپٹی رہی ہے اور اسکی طفیل دھوپ جیسی مفید چیز سے فیضیاب ہوئی ہے۔ اس حالت میں بھی جبکہ آندھیوں کے تند جھونکے اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں اپنی نرم نرم کونپلوں سے اُسکے گرد چمٹی رہیگی۔ اور ساتھ چھوڑنے کا نام تک نہ لیگی۔ اسکی پراگندہ شاخوں کو یکجا کرنے کی کوشش کریگی۔ بعینہ ایسا ہی تعلق خداوند تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے مرد اور عورت میں رکھا ہے۔ یعنے عورت جو مرد کی خوشی کے دنوں میں محض بمنزلہ ایک زیبِ دست مصاحب کے ہوتی ہے۔ ایام تنگی میں اس کی سچی رفیق ثابت ہو۔ اس کی بگڑی ہوئی حالت کو سدھارے اُسکے شکستہ دل کے زخموں پر مرہم کا کام دے۔

(ماخوذ)

(بسلسلہ علالت) (۲) اہلیہ مولوی مقبول الدین صاحب کی تکالیف میں کوئی کمی نہیں ہے گلٹیاں ٹوٹ گئی ہیں ورم بڑھ گیا ہے اور بخار بھی بدستور ہے اللہ تعالیٰ مرحمت فرمائے اور مریضہ کو صحت ہو۔

معذرت منظوم

گذشتہ ماہ میں دو تقریبیں اعزۂ وطن کے یہاں ہوئی تھیں منشی عبد الغفور صاحب (احاطہ حضرت صاحب) عزیزداری و قرابت کے علاوہ تعلقات و یگانگت کی بنا پر ان تقریبات کی دعوتوں میں مدعو تھے لیکن اپنی ضعف طبیعت اور معدہ کی شکایات دیرینہ کی وجہ سے دعوتوں میں شرکت نہ کر سکے اور حسب ذیل نظم معذرت کے طور پر حافظ حکیم عبد الحلیم صاحب کے پاس لکھکر بھیجدی تھی جو بلحاظ موقع پسند کیگئی اب ہم بعض حضرات کے اصرار پر باجازت جناب مصنف بصد شکریہ ناظرین و ناظرات کی دلچسپی و لطف کیلئے درج اخبار کرتے ہوئے مصنف صاحب کی جدت طبع کی داد دیتے ہیں۔ (اڈیٹر)

نہیں کوئی کھانا مجھے سازوار نہ زعفرنہ زردہ نہ روغن کا تار
پراٹھا موافق نہ ہے شیرمال خمیری بھی ہوتی ہے آخر وبال
نہ اب ٹکڑوں کے ہی میں قابل رہا نہ معدہ رہا سن رہا دل رہا
کبابوں کا عقدہ خود ہی حل ہوا رہا جب ٹکڑوں کا ہی تحمل رہا
تھی اس گنج میں قرنی نفیس و لطیف مگر غلطہ سے ہوئی یہ بھی کثیف
ملانے سے کھویا ہوئی خوش مزہ بڑھا اسکا ثقل اور گھٹا فائدہ
نہیں کام کی کھیر یہ بھی رہی کدورت سے اسکی طبیعت بھری
گئیں لذتیں سب جوانی کے ساتھ ہے حظ ہوس زندگانی کے ساتھ
حلاوت کہاں زندگانی کے ہاتھ نمک گیا اب جوانی کے ساتھ
گیا دل و دل کے سب ارماں گئے سرور و بشاشت کے ساماں گئے
وفا اور جفا کے نہ خلجان سے ہے نہ رنج و الم سے اپنے جہان سے ہے
نہ ہی ٹھیک اب کچھ دماغی نظام خیالات فاسد اور مختل ہیں کام
وہ معدہ ہی کرتا ہے اب اپنا کام مگر یہی ہوا کچھ عجب بے نظام
کسی میں برودت کسی میں حرارت کسی میں بلادت کسی میں شرارت
سب ہی میں خلل کچھ وہی ابتری ہر اک نہیں بھولا ہے اب بہتری
ہیں جتنے بدل اتنے ہی انکے حال بہت ہیں گذرے مہینے و سال
کوئی امین والم کوئی موسی کوئی کانگریسی کوئی مسلی

طبیعت میں باقی نہیں اعتدال ترقی پہ ہے اسکا اب انفعال
بھڑکتی تمنائیں ہے ہر گھڑی گئی بھول پیری میں سب چوکڑی
نشہ اسکا سارا ہرن ہو گیا گذر حد سے اب ڈپریشن گیا
یہ احوال اپنا اور یہ ہی حشر ہوں معذور شرکت سے المختصر

وطن کی خبریں

نوٹ:۔ اعزا و احباب و جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گذارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں روانہ کرکے مشکور کرتے رہیں۔ (اڈیٹر)

موسم:۔ سردی ابھی کافی زور دکھا رہی ہے۔ اکثر تیز ہوا چلنے اور فضا میں ابر محیط ہونے سے سردی اور بھی بڑھ جاتی ہے بسنت کے بعد عموماً سردی کا زور گھٹ جاتا تھا لیکن اسبار ایسا نہیں ہوا ابھی تک سردی کلیۃً اپنے پورے شباب پر ہو نا کہا جانا بیجا نہیں البتہ دو دن کچھ دھوپ ناگوار ہوتی ہے اور سردی کا زور گھٹتا ہے۔

آب و ہوا:۔ بفضلہ اچھی ہے کوئی خاص شکایت سُنی نہیں گئی معمولی نزلہ و زکام میں البتہ لوگوں کے مبتلا ہونے کا حال معلوم ہوا ہے

ولادت:۔ ۱۳ر و ۱۴ر فروری ۱۹۶۱ء کی درمیانی شب میں بمقام لکھنؤ (مشن اسپتال)، ڈاکٹر مشتاق احمد علوی خلف اکبر ڈاکٹر حاجی حکیم احمد علوی (بابو لی) کے یہاں لڑکی تولد ہونے کی اطلاع ملی ہے اللہ تعالیٰ مولودہ کی عمر دراز کرے اور صاحب اقبال ہو زچہ و بچی بخیریت ہیں۔

محرم:۔ سہ شنبہ کو ۲۹ کی رویت ہوئی اور چہار شنبہ یکم محرم سے مراسم عزاداری شروع ہوئے۔ محرمی باجے تو بقر عید کے بعد ہی سے بجنا شروع ہو گئے تھے چاندرات کو خوب طبل و نقارے بجائے گئے اور رات گئے تک۔ مقررہ تاریخوں میں تعزیے اور تخت اُٹھے۔ ۸ر محرم والا تخت جو سال گذشتہ مغل محلہ سے منشی محمد حیات خاں نے اٹھایا تھا اس سال حسب دستور چودھری محلہ کی حجام برادری نے اٹھایا۔ ۹ر تاریخ کو شیخ فراست علی کا موسوم تخت بھی چودھری محلہ کے مومن حضرات کے زیر انتظام مشل

(۳) قاضی راشد علیخاں عباسی کے انجکشن ہو رہے ہیں آخر ماہ میں ڈاکٹر صاحب کو دکھلانے خیرآباد جائینگے اللہ جلشانہ پورے طور پر

ساتھ کا ماسبق اٹھا۔ اور آٹھویں کا مشہور پٹھان الاتحت پٹھان گڑھی کے اہل محلہ نے اٹھایا تھا۔ رنایچ کے تخت میں مجمع کثیر اور جلوس بھی سب سے بہتر ہوتا بیان کیا جاتا ہے۔ عاشورہ کے دن حسب دستور قدیم پہلے حضرت بخشی ابوالبرکات خاں مغفور کے موسوم چھپر کھٹ کے ساتھ قاضی گڑھی وغیرہ کے تعزیے اٹھے اور بعد نماز جمعہ کربلا بھیجے گئے۔ چھپر کھٹ کے ساتھ مرثیے اور سوز خوانی بہت خوب تھی۔ ۱۲ بجے کے بعد چودھری محلہ کے تعزیے و تخت میدان قلعہ میں آکر ٹھہرے۔ کترہ و پٹھان گڑھی کا تخت و تعزیے بعد نماز جمعہ اپنے مقام سے روانہ ہوئے چودھری محلہ میں بڑی رات تک اجتماع رہا۔ دونوں مقامات کے تعزیوں کے ساتھ مرثیہ خوانوں طبل و تاشہ والوں کے علاوہ اکھاڑوں کی بھی ٹولیاں تھیں۔ ہر ٹولی اپنے اپنے کمالات کے مظاہرے کر رہے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ ایام محرم قصبہ و مضافات میں بخیریت گذرے اور حسب دستور نہایت امن و سکون سے عزاداری کے مراسم ادا ہوئے۔

مجالس:- کئی جگہ مجالس ہونے کی بھی اطلاعات ملی ہیں جنہیں ذاکری کے بعد سوز خوانی بھی ہوئی تھی۔ قابل ذکر مجالس حسب ذیل ہیں:- منشی محمد حیات خاں (مغل محلہ)، پیارے و لڈن قوال (میراثی محلہ) ان دونوں مقامات پر تبرک میں کھچڑہ تقسیم ہوا۔ قدرت علی، ملازم ڈپٹی امیر احمد صاحب (باڑلی)، محمد حسین (احاطہ کرامت اللہ خاں)، فصلی چیز رساول تقسیم ہوئی۔

ذکر شہادت:- ۱۲ار محرم کو محلہ کترہ کہنہ میں حسب دستور قدیم بعد نماز عشا مجلس ذکر شہادت سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام بجانب مسلمانان محلہ منعقد ہوئی تھی۔ اولاً لڈن قوال نے اپنی ٹولی کے ساتھ سوز خوانی سے حاضرین کو گرمایا اسکے بعد حافظ محمد عنایت انصاری نے ذکر شہادت جناب امام شہید کربلا کے واقعات کتاب سے پڑھے اور بعد فاتحہ خوانی مجلس برخاست ہوئی اور حاضرین کو تبرک تقسیم کیا گیا۔

خوشحال گنج میں آٹھویں محرم:- اطلاع ملی تھی کہ ۸ر محرم کو موضع خوشحال گنج میں قرب و جوار کے مواضعات سے علم آتے ہیں اور بڑا اجتماع ہوتا ہے لہذا مسلم لیگ کاکوری نے اس اجتماع سے فائدہ اٹھانا طے کرکے ذکر شہادت کا انتظام کیا۔ مولانا صبغت اللہ صاحب شہید انصاری (فرنگی محلی) نے فلسفہ محرم بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کو اپنی تنظیم کرنے کی جانب توجہ دلائی اور عنقریب ہونیوالی مردم شماری کے متعلق دیہاتی بھائیوں کو کاغذات سرکاری میں صحیح اور پوری تعداد مردوں۔ عورتوں، بچوں کی اندراجات کرانے اور مذہب کے خانہ میں مسلمان قومیت کیلئے مسلم۔ زبان کے سوال کے جواب میں اردو درج کرانے کی ہدایت فرمائی۔ مولانا کی تقریر بلحاظ موقع اسقدر پر اثر تھی کہ حاضرین میں سے نوجوان اور بوڑھے مجمع سے اٹھ اٹھ کر مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے آنے پر تیار ہو گئے اور دو دو آنہ دیکر ممبر بنگئے۔ مہمانداری کے فرائض منشی بانکے خاں نے ادا کئے اور لذیذ و سادہ دیہاتی کھانا مہمانوں کو کھلایا جس سے خلوص کی خوشبو آتی تھی۔

پورا موضع نمازی ہو گیا:- ہمکو یہ سنکر بڑی مسرت ہوئی کہ منشی محمد ایوب صاحب ہیڈ محرر تھانہ پولیس کی توجہ اور یعقوب خاں ملازم محکمہ زراعت کی کوشش سے موضع درگا گنج کے مسلمان (بوڑھے بچے، جوان) پنجوقتہ نماز کے پابند ہو گئے اور مسجد میں باجماعت نماز ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالی موضع درگا گنج کے مسلمانوں کو استقامت عطا فرمائے اور مذکورہ بصدر دونوں اشخاص کو جزائے خیر دے۔

صحت و تندرستی:- (۱) معلوم ہوا کہ گذشتہ ایک ماہ سے منشی عبدالغفور صاحب (احاطہ حضرت صاحب) کو شدید پیچش کی تکلیف تھی اب بفضلہ اچھے ہیں اور بڑی حد تک مرض کے شدائد رفع ہو چکے ہیں

(۲) منشی رفیق احمد علوی اطلاع دیتے ہیں کہ فرخ آباد حکیم مولوی حکیم الدین صاحب علوی کو گذشتہ سال کی طرح پیشاب کے ساتھ خون آنے لگا تھا اب خدا کے فضل سے تندرست ہیں اور ازالۂ مرض ہو چکا ہے۔ م

علالتیں:- (۱) اہلیہ آغا شاہ فصاحت علی (قاضی گڑھی) کو گذشتہ ماہ میں شدید دورہ قلبی ہوا تھا جسنے بہت مضمحل کر دیا ہے اثرات ابھی تک باقی ہیں اور ذراسی جنبش میں تکلیف ہوتی ہے ضعف بہت ہو گیا ہے حکیم صاحب معالج ہیں اور دواؤں کے علاوہ جواہر مہرہ کا استعمال تجویز کیا ہے اللہ جلشانہ جلد ازالۂ مرض فرماکر مریضہ کو صحیح و تندرست فرمائے۔

(۲) کلکتہ سے اطلاع ملی ہے کہ قاضی انظار علیخاں صاحب کے گلے کے غدود کے اپریشن سے جو زخم تھا وہ مندمل ہو گیا ہے اور طبیعت چاق ہے حرارت اب نہیں ہے اور کھانسی بھی رفع ہو گئی ہے۔

(سید محمد مشیر الدین نے یونائیٹڈ برقی پریس لکھنؤ میں باہتمام سید توسل حسین چھپوا کر دفتر کاکوری اخبار مولوی محلہ (لال الٰہی)، کاکوری سے شائع ہوا)